ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 5, Issue 2, 2026 ISSN-L (Online): 3006-6638

Feminist Subaltern in 21st-Century Urdu Novel: A Research and Critical Appraisal of 'Kahani Koi Sunao Matasha'

اکیسویں صدی کے اردو ناول میں تانیثی سب آلٹرن:"کہانی کوئی سناؤ متاشا" کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Muhammad Shahid Hafeez
shahidhafeez47@gmail.com
Ph.D. Urdu Scholar, NCBA& E, Multan Campus

Dr. Mansoor Qureshi
Professor of Urdu, NCBA& E, Multan Campus Multan Campus

Corresponding Author: Muhammad Shahid Hafeez

Received: 05-01-2026 **Revised:** 26-01-2026 **Accepted**: 10-02-2026 **Published:** 25-02-2026

ABSTRACT

The representation of the "Feminist Subaltern" holds immense significance in the 21st-century Urdu novel. In the light of postcolonial and feminist discourses, subaltern theory is rooted in the concepts of Antonio Gramsci and Gayatri Chakravorty Spivak. When a marginalized female character faces compound oppressions such as patriarchy, economic injustice, and social prejudices, she embodies the "feminist subaltern." Dr. Sadiqa Nawab Sahar has authored the novel Kahani Koi Sunao Matasha in an autobiographical monologue style, courageously and artistically documenting the narrative of female exploitation. This study investigates whether the protagonist, "Matasha," remains merely a silent victim of violence and voicelessness, or if she reclaims her existence, identity, and resistant narrative. The key finding of this research reveals that the novel's narrative breaks the stagnation of conventional female victimhood, portraying the feminist subaltern as a self-aware, autonomous, and empowered individual.

Keywords: *Feminist Subaltern, 21st-Century Urdu Novel, Feminist Narrative, Female Exploitation, Patriarchy, Social Prejudices.*

۔ اکیسویں صدی کا ناول نگار کہانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سماج کے ان طبقات کو اپنا موضوع بنا رہا ہے جو طاقت، معیشت اور حاکمیت کے مرکزی ڈھانچوں سے محروم ہو کر حاشیے پر دھکیل دیے گئے ہیں۔ اس تبدیلی کی وجہ مابعد نوآبادیات(Postcolonialism) ، سب آلٹرن اسٹڈیز (Subaltern Studies) اور تانیثی تنقید(Feminist Criticism) جیسے عالمی فکری رجحانات ہیں جس نے اردو ناول کو ایک فکری گہرائی عطا کی ہے۔

اردو میں خواتین ناول نگاروں نے اصلاحی دورڈپٹی نذیر احمد اور رشیدہ النساء کے عہد سے لے کر ترقی پسند تحریک اور جدیدیت تک خواتین کے سماجی اور خوانگی مسائل کو بڑی سنجیدگی سے پیش کیا ہے۔ لیکن اکیسویں صدی کی خواتین قلم کاروں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے پدرسری معاشرے میں عورت کے وجود اور اس کی نفسیات کو موضوع بنایا ہے۔ اس تناظر میں ہندوستانی اور جنوب ایشیائی سماج میں "تانیثی سب آلٹرن" کا مطالعہ نہایت اہمیت کاحامل ہے، کیونکہ یہاں عورت کو صنفی، طبقاقی اور معاشرتی لحاظ سے استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اطالوی فکرمند انتونیو گرامشی (Antonio Gramsci) نے اپنی تحریروں میں "سب آلٹرن" کا لفظ ان طبقات کے لیے استعمال کیا جو سیاسی، معاشی اور ثقافتی سے محروم رکھے گئے ہوں۔ ان کے بعد مابعد نوآبادیاتی مفکر گائتری چکرورتی اسپیواک (Gayatri Spivak)نے اپنے عالمی شہرت یافتہ مقالے"Can the Subaltern Speak?"میں یہ سوال اٹھایا کیا کہ کیا سب آلٹرن طبقہ بالخصوص عورت اپنی خود مختار آواز میں بول سکتی ہے، یا طاقتور طبقات ہی اس پر اپنی مرضی کا بیانیہ مسلط کرتے ہیں۔

تانیثی تناظر میں سب آلٹرن سے مراد عورت کی وہ حاشیائی حالت ہے جہاں پدرسری نظام کی حکمرانی اور معاشی ناانصافی مل کر عورت کی ذاتی شناخت اور آواز کو دبا دیتی ہیں۔ تانیثی سب آلٹرن مطالعہ میں یہ دیکھاجاتا ہے کہ فکشن بالخصوص

ناول میں عورت پر مسلط کی گئی خاموشی کو کس طرح توڑا جاتا ہے اور وہ اپنے لیے کس طرح بیانیہ اور وجود تلاش کرتی ہے۔

ڈاکٹرصادقہ نواب سحر کا اصل نام صادقہ نواب ہے۔ ان کی پیدائش 18اپریل 1959ء کو بمقام گنٹور (آندھرا پردیش) میں ہوئی۔ والد کا نام خواجہ میاں اور والدہ کا نام شرف النساء بیگم تھا۔ ان کی شادی محمد اسلم نواب کے ساتھ ہوئی۔ وہ اعلیٰ علمی ڈگریوں سے آراستہ ہیں، جن میں اردو، ہندی اور انگریزی تینوں زبانوں میں ایم اے کے علاوہ پی ایچ ڈی (اردو و ہندی)، ڈی لٹ اور سیٹ (SET) کی ڈگریاں شامل ہیں۔ وہ کھپولی (ضلع رائے گڑھ) کے کالج میں تدریس کے شعبے سے وابستہ رہی ہیں۔ڈاکٹر صادقہ نواب سحر اردوناول نگاری میں تانیثی حسیت اور حاشیائی المیے کو مؤثر انداز میں بیان کرنے والی اہم ناول نگار ہیں۔ ان کا شمار اکیسویں صدی کے صفِ اول کے اردو فکشن نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت کی مالک ہیں جو نثری و شعری اصناف یعنی ناول نگار، افسانہ نگار، شاعرہ، ڈراما نگار، ناقد اور مترجم کے طور پر تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ ایم اے (اردو، انگریزی، ہندی) اور پی ایچ ڈی کی علمی ڈگریوں سے آراستہ ہیں اور ان کی تحریروں میں عمیق مشاہدہ اور فلسفیانہ گہرائی پائی جاتی ہے۔

صادقہ نواب سحر کا ناول "کہانی کوئی سناؤ متاشا " 2008ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی سے شائع ہوا۔یہ ناول اکیسویں صدی کے اردو ناول میں نسائی ادب کا ایک سنگِ میل تسلیم کیا جاتا ہے۔ سلام بن رزاق اس ناول پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ :

"اس ناول میں صادقہ نواب سحر نے ایک عورت کے کرب اور بے بسی کو جس دردمندانہ اور اثر انگیز انداز میں بیان کیا ہے، وہ مظلومی نسواں کی ایک تصویر بن کر آنکھوں میں گھوم جاتی ہے۔ ناول نگار نے اس کہانی کو ایک مونو لاگ (Monologue)اور خود نوشت سوانحی ہیئت میں پیش کیا ہے تاکہ اسے محض ایک تخیلاتی قصہ نہ سمجھا جائے بلکہ اسے ایک زندہ حقیقت کے طور پر محسوس کیا جا سکے۔"(1)

ناول کی تکنیک خود نوشت سوانحی ہیئت پر مبنی ہےجس میں مرکزی کردار 'متاشا' بطورایک راوی اپنے باطنی مونو لاگ اور خود کلامی کے ذریعے اپنی پوری زندگی کا نوحہ سناتی ہے ۔ سلام بن رزاق اس ناول کی تانیثی حقیقت نگاری اور اثر انگیزی پر رقم طراز ہیں:

"سماج میں عورت کے استحصال کی داستان بڑی دلسوز ہے مگر جب کوئی عورت اس تھیم کو بیان کرتی ہے تو اس کی شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔'کہانی کوئی سناؤ متاشا' میں صادقہ نواب سحر نے ایک عورت کے کرب و بے بسی کو اس پر اثر انداز میں بیان کیا ہے کہ مظلومی نسواں کی ایک تصویر آنکھوں میں گھوم جاتی ہے۔"(2)

مابعد نوآبادیاتی مفکر گائتری چکرورتی اسپیواک نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ "Can the Subaltern Speak?"یعنی کیا حاشیائی طبقہ بول سکتا ہے یا وہ متقدر طبقے کی بالادستی پر خاموشی رہتا ہے؟ ناول "کہانی کوئی سناؤ متاشا" میں ابتدائی طور پر متاشا کا کردار اسپیواک کے سب آلٹرن سانچے میں دکھائی دیتا ہے جہاں گھر کے تشدد، نفرتوں اور جنسی استحصال کے جواب میں وہ جھوٹ بولنا اور خاموش رہنا سیکھتی ہے۔ ناول میں متاشا کی زندگی پر مسلط کردہ پدرسری تشدّد اور مغلوبیت کا آغاز اس کی پیدائش کے پہلے لمحے ہی سے ہو جاتا ہے۔ ہندوستانی پدرسری سماج میں بیٹی کی پیدائش کو منحوس سمجھنے کا روایتی تصور اس کے باپ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، جو بیٹی کی پیدائش پر دکھی ہو کر تین مہینے تک اپنی نو مولود بچی کی صورت دیکھنے سے انکار کر دیتا ہے۔ وہ ہاسٹل کی زندگی کا انتخاب بھی صرف اس لیے کرتی ہے کہ وہ اپنے "پھٹکار گھر" سے دورہ کر اس کے ظلم وستم سے نجات حاصل کرسکے۔تاہم، صادقہ نواب سحر کا ناول اسپیواک کے بے زبانی والے نظریے سے آگے بڑھ کر سب آلٹرن کی مزاحمت کا نیا تناظر تشکیل دیتا ہے۔ متاشا اتنے مظالم جھیلنے کے باوجود اندر سے مضبوط رہتی ہے اور پدرسری نظام کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتی بلکہ عزم اور خود اعتمادی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتی ہے۔ وہ اپنے وجود کا ادراک حاصل کر کے اپنے حقوق اور احتجاجی بیانیے کو زبان دیتی ہےڈاکٹر احمد صغیر لکھتے ہیں:

"متاشا کو زندگی کے ہر مرحلے میں مرد کی غلط نگاہوں کا شکار ہونا پڑا، یہاں تک کہ سوتیلا بیٹا بھی اسے غلط نگاہ سے دیکھتا ہے، لیکن متاشا ہر قدم پر احتساب اور مزاحمت قائم رکھتی ہے"۔(3)

مرکزی کردار 'متاشا' ایک اینگلو انڈین و برہمن ملا جلا خاندانی پس منظر رکھتی ہے۔وہ اپنے گھر میں باپ کی بد مزاجی، شراب نوشی اور ماں پر ہونے والے روایتی تشدّد کی وجہ سے بچپن ہی سے شدید نفسیاتی غم کا شکار رہتی ہے ۔ لیکن اس کی زندگی میں دردناک موڑ اس وقت آتا ہے جب اس کا اپنا باپ اسے کلکتہ لے جا کر اپنے پرانے اور ہم عمر دوست 'موریشور کاکا' کی تحویل میں دے دیتا ہے ۔ موریشور کاکا نہ صرف تاش کھیلنے کے بہانے معصوم متاشا پر جھپٹ کر اس کی عزت لوٹتا ہے اوراس کی اس مجبوری اور خاموشی کو عمر بھر کے لیے بلیک میل بھی کرتا ہے۔صادقہ نواب سحر نے ناول میں اس سفاکی اور باپ کی برابری کے مرد کے ہاتھوں نسوانیت کی پامالی کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"پاپا کے پرانے جگری دوست موریشور کا کا وہیں آگئے --- انہوں نے الماری پر سے تاش کی گڈی نکال کر میری طرف پھینکی۔ میں نے پتے بانٹے۔ ہم دونوں پتے ہاتھ میں لے کر چال سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک کا کا نے میرا ہاتھ کھینچا۔ میں بستر پر لڑھک گئی۔ وہ میرے اوپر گر گئے۔ میں نے دھکا مارنے کی کوشش کی لیکن میں اتنی دبلی پتلی اور وہ ایسے ہٹے کٹے --- میں چیختی رہی ، پاپا کو آوازیں دیتی رہی اور پاپا کے برابر مرد سے اپنی عزت لٹاتی رہی۔"(4)

متاشا اس بدترین واقعے کا ذکر اپنی ماں سے بھی اس خوف سے نہیں کر پاتی کہ سماج الٹا اسی کو بد چلن اور قصور وار ٹھہرائے گا۔ موریشور کاکا اس خاموشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے متاشا کی زندگی میں ابھرنے والی ہر نئی امید، محبت اور سہارے (مثلاً پربھا کر) کو تباہ کر دیتا ہے اور پربھا کر کو متاشا کے ساتھ کیے گئے زنا بالجبراً کا واقعہ بتا تا ہے تاکہ وہ متاشا سے نفرت کرنے لگے۔متاشا کا کردار بچپن سے لے کر جوانی اوراس کے بعد ازدواجی زندگی تک بھی استحصال کا شکار رہتا ہے۔ اس کے باپ کا ہم عمر شخص، جو اسے تفریح کے لیے باہر لے جاتا ہے، اس کی عزت کو تار تار کرتا ہے، اور شادی کے بعد اس کے شوہر گوتم کی پہلی بیوی کا بیٹا انکت بھی اسے غلط نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سلام بن رزاق اس صورتِ حال پر روشنی ڈالتے ہیں:

"صادقہ نے ایک عورت کے کرب و بے بسی کو اس پر اثر انداز میں بیان کیا ہے کہ مظلومیِ نسواں کی ایک تصویری سی آنکھوں میں گھوم جاتی ہے۔ ناول کا مرکزی کردار متاشا پورے ناول میں لہر لہر ڈوبتی گھاٹ گھاٹ ابھرتی ہے۔ ناول ختم ہو جاتا ہے مگر متاشا قاری کے ذہن پر دیر تک دستک دیتی رہتی ہے۔"(5)

تانیثی سب آلٹرن مطالعے کی رُوسے متاشا کی زندگی میں معاشی و طبقاتی استحصال کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔باپ کا "پھٹکار گھر" چھوڑنے کے بعد اپنی بیمار ماں اور دادی کا پیٹ پالنے کے لیے متاشا علی گڑھ، اڑیسہ اور ممبئی جیسے شہروں میں در در کی ٹھوکریں کھاتی ہے ۔ ایک غریب، غیر محفوظ اورمتوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی اس عورت کا المیہ یہ ہے کہ نوکری کے حصول کے دوران اس کا اپنا چھوٹا چچا بھی اس کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر اس پر جنسی دباؤ ڈالتا ہے، جبکہ ممبئی کی بے رحم زندگی میں اسے ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارموں پربھی راتیں بسر کرنی پڑتی ہیں۔معاشی افلاس سے نکلنے ،اپنی اور اپنے خاندان کی بقا کی خاطر متاشا اپنے سے بائیس برس بڑے، بیمار اور پانچ بچوں کے باپ 'گوتم شاہ' سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔لیکن یہاں بھی اس کی مشکلات میں کمی آنے کی بجائے اس طرح اضافہ ہوجاتا ہے کہ گوتم کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا 'انکت' نہ صرف باپ کی تمام جائیداد، روپیہ اور مکان جوا اور عیاشی میں اڑا کر نیلام کروا دیتا ہے، بلکہ اپنی جوان سوتیلی ماں متاشا پر بری نظر رکھتا ہے اور اسے جنسی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طبقاتی و خاندانی بربادی پر ڈاکٹر دانش حسین خان تحریر کرتے ہیں:

"گوتم کے مرنے کے بعد متاشا بے حد مجبور حالات کا سامنا کرتی ہے اور انکت اس کا کبھی کچھ ہڑپ لیتا ہے اور متاشا پر گندی نظر بھی رکھتا ہے۔ ان پریشانیوں کے دور میں متاشا کبھی گرجا گھر جاتی ہے کبھی تروپتی جی کے مندر--- مصنفہ نے ایک خاص طبقے کے لوگوں کی زندگی کے نشیب و فراز کا فراخ دلی سے جائزہ لے کر اسے عمدگی سے پیش کیا ہے۔ یہ ناول ایک عورت کی دکھ بھری داستان ہے جس میں وہ زندگی کے بہت سارے مراحل سے گزرتی ہے۔"(6)

اس ناول میں ہندوستانی ماں کا وہ رویہ بھی بے نقاب ہوتا ہے جو اپنی بیٹیوں کو قہر کی نظر سے دیکھتی ہے جبکہ نالائق بیٹوں پر تمام دولت نچھاور کر دیتی ہے۔انتونیو گرامشی کے مطابق بالادست طبقہ حاشیائی کرداروں کو اپنے سیاسی و سماجی ڈھانچے سے باہر رکھتا ہے تو ہندوستانی سماج میں عورت پر پدرسری نظام، معاشی پسماندگی اور خاندانی درجہ بندی کا جبر مسلط نظر آتا ہے۔ ناول" کہانی کوئی سناؤ متاشا "بھی اسی حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ ہندوستانی مشترکہ خاندانی نظام میں سماج کے ہوس پرست مرد کس طرح کم سن اور پسماندہ عورت کو اپنے جبر کا نشانہ بناتے ہیں۔ صادقہ نواب سحر نے اس ناول میں ایک لڑکی "متاشا" کی کہانی میں اکیسویں صدی کے ترقی یافتہ دور میں بھی صنفی ، جنسی و معاشرتی استحصال کا شکار ہونے والی تمام پسماندہ خواتین کی داستان بیان کی ہے۔صادقہ نواب سحرناول میں لکھتی ہیں:

"عورت اپنی مرضی سے کہاں جا سکتی ہے، وہ مذہب کے کام بھی نہیں کر سکتی، عورت ہی نہیں مرد کے پیروں میں بھی بیڑیاں ہیں، انہی بیڑیوں کے ساتھ چلے جا رہے ہیں"۔(7)

اس اقتباس سے ثابت ہوتاہے کہ تانیثی سب آلٹرن کردارایسے معاشرتی نظام میں جکڑے ہوئے ہیں جہاں عورت سے اس کی آزادی او رذاتی شناخت چھین لی جاتی ہے اور اسے ایک مسلط کردہ نظام میں زندگی گزارنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اکیسویں صدی کے اردو ناول میں پسماندہ اور حاشیائی طبقات کی پیش کش نے روایت اورجذباتیت سے قطعِ نظر ایک فکری، تنقیدی اور نظریاتی شکل اختیار کر لی ہے۔ ڈاکٹر صادقہ نواب سحر کا ناول" کہانی کوئی سناؤ متاشا " معاصرِ ہندوستانی سماج کے پیچیدہ پس منظر میں تانیثی سب آلٹرن کرداروں کی نفسیاتی کشمکش اور جدوجہد کو پیش کرتا ہے۔صادقہ نواب سحر نے ناول کو مختلف ذیلی عنوانات میں تقسیم کر کے کہانیاں ضم کی ہیں جو متاشا کے گرد گھومتی ہیں۔ ناول کی زبان سادہ ،سلیس اور عام فہم ہے۔ صادقہ نواب سحر کے دردمندانہ اسلوب ، ندرتِ بیان اور خوبصورت پیش کش نے ناول میں ایک اثر انگیزی پیدا کر دی ہے۔ ناول کے فکرو فن پر سلمان فیصل لکھتے ہیں:

"مجموعی طور پر یہ ایک کامیاب ناول ہے۔ عورت ذات کو محور بنا کر اسے لکھا گیا ہے۔ اسی لیے اس کا مرکزی کردار ایک عورت ہے جو اپنی زندگی کی بپتا خود سناتی ہے۔ جگہ جگہ اس کی خود کلامی عورت کی نفسیاتی شبیہ کی عکاسی کرتی ہے۔ متاشا کی مظلومیت ایک علامت کے طور پر سامنے آتی ہے اور تانیثیت کے موضوع پر ایک اہم ناول قرار پاتا ہے۔ نسائی ادب اور حاشیائی ادب دونوں خانوں میں اسے رکھا جا سکتا ہے۔"(8)

معاصر ہندوستانی سماج میں تانیثی سب آلٹرن کو نہ صرف پدرسری نظام کا سامنا ہے، بلکہ خاندان کے اندر رشتوں کی پامالی، معاشی ناانصافی اور جنسی و نفسیاتی استحصال کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ناول یہ ثابت کرتا ہے کہ پسماندہ نسائی کردار'متاشا'کی پیدائش سے ہی نفرت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ والدین کی عدم توجہی، باہمی تنازعات اور خاندانی فیصلے عورت کے وجود کو سماجی و معاشی حاشیے پر دھکیل دیتے ہیں۔گایتری اسپیواک نے سب آلٹرن کو بالعموم ساخت جاتی خاموشی (Structural Silence) کا شکار اور بے آواز دکھایا تھا۔ لیکن " کہانی کوئی سناؤ متاشا"کا مرکزی نسائی کردار خاموش قربانی کی علامت نہیں رہتا، بلکہ وہ اپنے اندرونی کرب کو خود آگاہی اور احتساب میں تبدیل کر کے اپنے وجوداور مزاحمت کی آواز حاصل کرتا ہے۔

اکیسویں صدی کے جدید تناظر میں یہ ناول ان تمام نام نہاد "عورت کے حقوق" اور "تعلیم نسواں "جیسے نام نہاد دعووں کی بھی نفی کرتا ہے ۔ کیوں کہ اس جدید معاشرے میں حاشیائی اور پسماندہ عورت کا استحصال آج بھی جاری ہے۔ صادقہ نواب سحر نے اپنی تانیثی فکر اور بیانیہ اسلوب سے متاشا کی سوانحی داستان کے ذریعے اردوناول میں تانیثی سب آلٹرن کو مظلومیت کے دائرے سے نکال کر خود آگاہی اور مزاحمتی قوت کی ایک نئی سمت عطا کی ہے۔

حوالہ جات

1۔سلام بن رزاق، فلیپ کور، صادقہ نواب سحر، کہانی کوئی سناؤ متاشا(نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۶ء)

2۔ایضاً

3۔احمد صغیر ،ڈاکٹر،اردوناول کاتنقیدی جائزہ(۱۹۸۰ء کے بعد)، (دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ،۲۰۱۵ء)،ص۲۴۰۔

4۔صادقہ نواب سحر، کہانی کوئی سناؤ متاشا(نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۶ء)، ص ۲۲۱۔

5۔ سلام بن رزاق، فلیپ کور، صادقہ نواب سحر، کہانی کوئی سناؤ متاشا(نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۶ء)

6۔ دانش حسین خان، ڈاکٹر "کہانی کوئی سناؤ متاشا کا تجزیاتی مطالعہ"، مشمولہ: ڈاکٹر نعیم انیس (مرتب)، اکیسویں صدی میں اردو ناول(کولکاتا: دی مسلم انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۱۶ء) ،ص ۲۳۳-۲۳۲ ۔

7۔صادقہ نواب سحر صادقہ نواب سحر، کہانی کوئی سناؤ متاشا(نئی دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۶ء) ،ص ۲۵۲۔

اردو ریسرچ جرنل، نئی دہلی، :8۔سلمان فیصل، "صادقہ نواب سحر کا مونو لاگ ناول 'کہانی کوئی سناؤ متاشا'"(مطبوعہ شمارہ مئی-جولائی ۲۰۱۴ء)، ص ۱۱۸-۱۱۷۔